عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ / نومبر ۲۰۰۲ء

زیرِ سرپرستی: مولانا پروفیسر ڈاکٹر میاں سعید اللہ جان دامت برکاتہم

بانی: ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)

مدیر مسئول: ثاقب علی خان

مجلس مشاورت: مولانا محمد امین دوست، پروفیسر مسرت حسین شاہ، بشیر احمد طارق، قاضی فضل واحد، مولانا طارق علی شاہ بخاری۔

ناشر: ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور

فہرست

فی شمارہ: ۱۵ روپے۔

سالانہ بدل اشتراک: ۱۴۰ روپے + ڈاک خرچ

خط وکتابت کا پتہ: مکان p-12 یونیورسٹی کیمپس پشاور۔

کمرہ نمبر 106، رازی ہال۔ K.M.C پشاور۔

ابتدائیہ

انسان کی شخصیت کی تعمیر میں شخصیات ، مدارسومکاتب اورکتابیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔لیکن اس کے علاوہ مجاہدات،مراقبات ویکسوئی ایسے اعمال ہیں کہ ان کے بغیر گہری روحانی شخصیت کی تعمیرنہیں ہوتی۔چنانچہ سارے مذاہب عالم میں کچھ عرصہ دنیا کے دھندوں سے علیحدہ رہ کریکسوئی اختیار کرنے کا رواج رہا ہے۔اس حقیقت کو باطل مذاہب بھی نہیں جھٹلا سکے ، چنانچہ تپسیا اور یوگا جو مجاہدات کی ایک قسم ہے اس کا رواج ہندوؤں میں بھی رہا ہے۔اگرچہ اہل باطل کے مجاہدات اللہ تعالیٰ کی رضااورحصول آخرت کی نیتوں کے بغیر محض فوق الفطرت استدراج کی قوت حاصل کرکے انسانوں پر برتری کا سکہ جما کر مال ، جاہ وباہ کے دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

یکسوئی اورتفکر کا رواج یونانی فلاسفروں میں بھی رہا۔عیسائیوں نے تو اس شعبے میں رہبانیت ایجاد کرلی جوغیرفطری ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہ ہوسکی۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں دین ودنیا کی دوئی نہیں بلکہ دنیا کے کاموں کوبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کواختیار کرتے ہوئے بجالانا سارے روحانی کمالات کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔

مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ

ترجمہ:عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں مصلحت غاروں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہوجانا تھا،جبکہ ہمارے دین میں مصلحت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیےلڑنے اورعدل کا نظام قائم کرنے میں ہے۔

اس لیے اسلامی تعلیمات میں مجاہدہ محض نفس کو تکلیف دینے کو نہیں کہتے بلکہ نیکی کو اختیار کرنے میں جو تکلیف درپیش ہو اور گناہ کے ترک کرنے میں جن مشکلات کا سامنا ہو ان کو برداشت کرنا مجاہدہ ہے۔ چنانچہ کچھ وقت کے لیے دنیا کے کاموں سے علیحدہ ہونا ہمارے ہاں بھی مشروع ہے، جس کی عملی صورت اعتکاف ہے اور جس کو رمضان المبارک کے لیے سنتِ مؤکدہ کفایہ کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اعتکاف کے شعبے کو سالکین کے لیے بھرپور طریقے سے استعمال کیا اور پاکستان، ہندوستان اور برطانیہ وغیرہ میں سینکڑوں، ہزاروں مریدین کے ساتھ اعتکاف کیا اور شبانہ روز ذکر وفکر، تعلیم وتربیت و قیام اللّیل کے ذریعے سے محض ایک مہینے میں کئی حضرات صاحب نسبت ہو گئے اور کئی حضرات کو اعمال صالحہ کے ساتھ اچھی وابستگی ہوگئی۔ اس عمل کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندہ نے حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کی اجازت سے اعتکاف شروع کیا اور کم و بیش سو حضرات شامل ہونے لگے۔ مسجد کی گنجائش کم ہونے کی وجہ سے یہ ترتیب اختیار کی کہ کچھ ساتھی تو پورے دس دن رہیں اور باقی لوگ تین دن تک کا قیام کریں۔ اصلاحی مجالس، جہری ذکر، ختم خواجگان، تراویح میں طویل قیام جس میں مختلف حفاظ سناتے رہتے ہیں، طبیعت میں بشاشت پیدا کرنے کے لیے عارفانہ کلام، نعت خوانی کا اہتمام ہوتا ہے۔ گذشتہ چودہ سال میں اس کے معرکۃ الآراء نتائج سامنے آئے۔ فسق وفجور کے عادی لوگ محض دس دنوں میں مکمل توبہ تائب ہو کر نئی زندگی کے ساتھ اٹھے۔ اس سال کا اعتکاف بھی حسب معمول ہوگا۔ جو حضرات مذکورہ بالا مجاہدات برداشت کر سکتے ہوں وہ موسمی بستر کے ساتھ تشریف لا سکتے ہیں۔

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ)

☆☆☆☆☆

مولانا اشرف خان سلیمانیؒ

رمضان المبارک

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ

ترجمہ: مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی ، سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء ہوں۔ یہ کیوں فرمایا کہ الصوم لی و انا اُجزٰی به، اس لیے فرمایا کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں بندہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کھلاتے ہیں اور خود نہیں کھاتے ، بندہ بھی روزہ میں نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بیوی نہیں رکھتے ، بندہ بھی روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس نہیں جاتا ۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے، اور مشابہت کی بناء پر مناسبت پیدا ہوتی ہے، اور بندہ کی تسکین اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتے ہیں جو کھانا ، پینا اور بیوی کے پاس جانا خداوند تعالیٰ کے حکم سے چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کے رنگ پر آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے رنگ میں رنگ دیں گے ۔سب سے بڑی جزاء یہ ہے کہ معطی خود اپنے آپ کو پیش کر دے کہ مجھے لے لے۔ جب رب مل جائے تو پھر اور کیا چاہیئے۔ بقول اکبر الہ آبادی ؎

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

دوسری بات یہ ہے کہ روزہ حقیقتاً سرّی عبادت ہے۔ جیسے وضو، کہ وہ بھی سرّی عبادت ہے اور اُس میں ریا نہیں ہوتی۔ اس معنی پر روزہ بھی ایک ایسی عبادت ہے جو بے ریا ہے۔ روزہ کا بھی حقیقتاً کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ روزہ ہے۔ روزہ کے کمالات کو چھوڑ یئے، ادنیٰ درجہ کے روزہ کا پتہ نہیں لگتا (چھپ کر کھا سکتا ہے)۔ تو روزہ میں جتنا اخلاص ہوتا ہے ،کسی دوسری عبادت میں نہیں ہوتا اس بناء پر کہ اس کا اخلاص انتہائی چھپا ہوا ہوتا ہے۔ خدا کے لیے انسان منہ کو بند کر دیتا ہے اور اپنی خواہش کو روکتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ یہ بندہ سب کچھ میرے لیے کر رہا ہے کہ میں اس کو مل جاؤں۔ روزہ میں انسان کی سفلی خواہشات دبتی ہیں تو فرشتوں کے ساتھ ایک قسم کی مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ میں انسان ان چاہتوں کو جو انسان کو گناہ میں مبتلا کر دیتی ہیں قابو میں کر لیتا ہے اور انسان کے اندر ملاء اعلیٰ کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور جب مناسبت پیدا ہو جاتی ہے تو کند ھم جنس با ھم جنس پرواز۔ (ہر کوئی اپنی جنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے، یعنی رابطہ رکھتا ہے) رمضان میں شیاطین بھی بند کر دیے جاتے ہیں، اور جب شیاطین کے اثرات کم اور ملائکہ کے اثرات زیادہ ہو جاتے ہیں تو اعمال اور قلب میں نورانیت پیدا ہو جاتی ہے، طبیعت نیکی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور فرشتوں کے ساتھ بیٹھنے کے نتیجے میں انسان اعمال صالحہ کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے اور فرشتوں کی نورانیت کا اثر انسان میں ہوتا جاتا ہے۔

نیکی والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور روزہ کا حاصل ہے اپنے اندر تقویٰ کا کمال پیدا کرنا۔ جتنا تقویٰ کا کمال پیدا ہوگا اتنا خدا کی قربت اور رضا میسر آئے گی اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی رضا اور تقویٰ کے حصول کے لیے مشروع کیا ہے،

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (البقرہ۔۱۸۳)

''ہم نے تم پر روزہ فرض کیا جیسا کہ پہلے امتوں پر فرض کیا تھا تاکہ تم گنتی کے چند دنوں میں متقی بن جاؤ۔''

تقویٰ اللہ تعالیٰ کی پاسداری، لحاظ، محبت و ڈر اور خوف کی وجہ سے ہر گناہ اور برائی کے چھوڑنے اور نیکی کے اختیار کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ظاہراً اور باطناً چھوڑ دینا تقویٰ ہے۔ **وزرو ظاهراً لاثم و الباطن** (الانعام. ۱۲۰) چھوڑ دو گناہ کا ظاہر اور باطن۔ یعنی گناہ کے رگ و ریشہ کو چھوڑ دینا تقویٰ ہے۔ رمضان میں کیا ہوتا ہے! روزہ میں اللہ تعالیٰ معیار تقویٰ کو اتنا بلند کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے پیارو (مؤمن اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. البقرہ۔۱۶۵) اے میرے سب سے زیادہ چاہنے والو! حرام کو تو تم چھوڑ ہی دیتے ہو رمضان میں حلال بھی میرے لیے چھوڑ دو۔ روزہ میں انسان شہد اور زمزم کو بھی نہیں پی سکتا۔ رمضان میں اللہ تعالیٰ حلال چھڑواتے ہیں، حدود الٰہیہ حلال پر آ جاتی ہے۔ تو جب اللہ کے پیارے بندے رمضان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حلال چھوڑ دیتے ہیں تو کیا غیر رمضان میں اللہ کی خوشنودی کے لیے حرام کو نہیں چھوڑیں گے! جب خدا کہے گا تو حرام اور مکروہ دونوں کو چھوڑ دیں گے۔ افطاری میں کیا ہوتا ہے، کان اور نگاہ اذان کی آواز کے انتظار میں ہوتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جب اللہ کہے کہ اب کھاؤ پیو تو اب دیر کرنا ٹھیک نہیں۔ افطاری میں جلدی اور سحری میں دیر مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک یہ روزہ کے افطار کرنے میں ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہیں کرے گی۔ محبّ جو ہوتا ہے وہ ملاقات کے وقت ایک لمحہ بھی انتظار گوارا نہیں کرتا۔ بقول مجذوبؒ

ہر تمنّا دل سے رخصت ہوگئی اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

چھوٹے افطار کی بڑے افطار یعنی موت کے وقت کے ساتھ بھی مشابہت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لصّائم فرحتان،فرحة عندالافطار و فرحة عند لقاء الرّحمٰن

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک خوشی اور فرحت افطار کے وقت ہے اور ایک فرحت وہ ہے کہ جس دن وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کے شربت دیدار سے زندگی کا روزہ افطار کرے گا۔

یعنی جب محبوب سامنے آجائے تو ایک منٹ بھی کوئی انتظار نہیں کرسکتا۔ اس وقت بھی دیر کرنا مناسب نہیں کیونکہ حکم خدا کا ہے کہ جب افطار کا وقت آگیا تو افطار کرنے میں تاخیر اس لیے مناسب نہیں کہ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ افطار کرلو۔ اللہ تعالیٰ اس طرح ہم کو اپنے احکام کا پابند کرنا چاہتے ہیں۔

بعض جگہوں میں افطار میں ابھی ایک کھجور بھی کھائی نہیں ہوتی کہ نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔ شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ افطار کے وقت اضطرار کی کیفیت ہوتی ہے، اور اضطرار کی حالت میں نماز میں دلجمعی نہیں ہوتی کہ بس افطار میں جلدی سے منہ میں تنکا ڈالو اور نماز کے لیے کھڑے ہوجاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو نماز اتنی جلدی پڑھانا مقصود ہوتی تو پہلے نماز کا حکم ہوتا اور پھر نماز کے بعد افطاری کا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ افطاری میں پانچ دس منٹ لگ گئے تو نماز خراب ہوجائے گی، حالانکہ اس سے نماز خراب نہیں ہوتی۔ اسی طرح سحری میں دیر مناسب ہے۔ لوگ حضرت بلالؓ کی اذان پر سحری بند کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مکتومؓ کی اذان پر سحری بند کیا کرو۔ ہم کو روزہ میں یہ مشق ہوجائے کہ جس وقت کھانے کا

حکم ہوتو ہم کھائیں اور جس وقت نہ کھانے کا حکم ہوتو ہم رک جائیں۔روزہ میں معیار تقویٰ کو بڑھادیا جاتا ہے۔تقویٰ عمومی طور پر مشتبہات کو چھوڑنے کا نام ہے،روزہ میں متقی وہ ہے جو حلال کو اتنی دیر کے لیے چھوڑ دے جتنی دیر کے لیے چھوڑنے کا حکم ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے مجاہدات کو شریعت میں گھڑنے کی اجازت نہیں ہے۔امر ربّ کو دیکھ کر چلنے کا نام دین ہے۔روزہ حصول تقویٰ کا آسان ذریعہ ہے،اور جو متقی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی معیّت اور محبوبیت اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ہ (توبہ۔۴)

ترجمہ: بےشک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے۔

☆☆☆☆☆

ظرافت

ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری سے رمضان کے دنوں میں مذاق کرتے ہو کہا کہ حضرات علماء تعبیر وتاویل میں یدطولیٰ رکھتے ہیں،کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمایئے کہ آدمی کھاتا پیتا رہے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ آسان ہے،کاغذ قلم لے کر لکھئے: ایسا مرد چاہئے جوان وکیل صاحب کو صبح صادق سے مغرب تک جوتے مارتا جائے۔یہ جوتے کھاتے جائیں اور غصّے کو پیتے جائیں،اسی طرح کھاتے پیتے جائیں روزہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ

اصلاحی مجلس

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''عالم کی نیند عابد کی عبادت سے افضل ہے'' تو کیا وجہ ہے؟ دراصل عالم شریعت پر چلنے کی ترتیب کو جانتا ہے، اور فائدہ کسی چیز کو ترتیب سے کرنے سے ہوتا ہے۔ صحیح ترتیب فائدہ دلانے کی کنجی ہے، اور ترتیب نہ ہو تو مشقت زیادہ اور فائدہ بہت کم ہوتا ہے۔ جو اہل علم ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی ہے ان کو دین پر چلنے کی ترتیب معلوم ہوتی ہے اور صحیح ترتیب کی وجہ سے تھوڑا عمل کرتے ہیں اور زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جبکہ ان پڑھ آدمی بیچارے کا نقصان اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ جفاکشی تو بہت کرتا ہے اور اپنے آپ کو تھکاتا تو بہت ہے لیکن ترتیب درست نہ ہونے کی وجہ سے رضائے الٰہی اس کو حاصل نہیں ہو رہی ہوتی۔

عام طور سے آدمی کثرت نوافل وغیرہ کو بزرگی سمجھتا ہے۔ بیشک کثرت نوافل و کثرت تلاوت بہت مبارک بات ہے، لیکن کثرت تلاوت سے باطن کے رذائل دور نہیں ہوں گے۔ اسی طرح حج سے گناہ تو معاف ہو جائیں گے لیکن رذائل دور نہیں ہوں گے۔ ہمارے اندر جو کبر، ریا، حسد، لالچ، خودغرضی، خودنمائی وغیرہ پڑے ہوئے ہیں یہ رذائل ہیں۔ اب جو آدمی نویں ذی الحج کو عرفات میں کھڑا ہوا اور پھر اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ میرے گناہ معاف نہیں ہوئے! تو یہ آدمی گناہ گار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کر دیے لیکن یہ سمجھ رہا ہے کہ معاف نہیں ہوئے۔ گناہ تو ضرور معاف ہو گئے لیکن جن باطنی رذائل مثلاً کبر، حسد، کینہ، ریا وغیرہ کے تقاضے میں یہ اعمال کیے تھے وہ تو عرفات میں کھڑا ہونے سے نہیں نکلے۔ بلکہ ہم نے یہاں تک سنا ہے کہ باطن کے جس

حال کولیکر آدمی حجر اسود کے سامنے سے گذرتا ہے اسی حال پر پکا ہو جاتا ہے۔ اس لیے بعض حاجی صاحبان واپس آتے ہیں تو پہلے سے زیادہ دنیا دار ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلانے حاجی صاحب نے تو حج سے واپس آنے کے بعد چخ چخ شروع کر دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حاضری ایسے قلب کے ساتھ ہوتی ہے جس کے اندر دنیا بھری پڑی ہوتی ہے، اور آدمی ایسے حال میں حجر اسود کے سامنے سے گذرتا ہے اور اس کو بوسہ دیتا ہے تو اسی حال پر پکا ہو جاتا ہے۔ تو مہم شے جو ہے وہ رذائل کو پہلے دور کرنا ہے۔ تبلیغ میں آدمی شروع میں جاتا ہے تو اپنے آپ کو گنہ گار سمجھتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ مجھے اصلاح کی ضرورت ہے، تو اس کو واقعی بہت فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن جب یہی آدمی تقریر کرنے والا ہو جاتا ہے، امیر بنتا ہے اور مشورے میں بیٹھنے والا ہوتا ہے تو بہت خطرے میں ہو جاتا ہے۔ رذائل کے دور کرنے کا تو انتظام ہوتا نہیں تو آدمی کا نفس پھولنے لگتا ہے، اور آدمی رذائل میں اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ اتنی ترقی بے نمازی اور بغیر ڈاڑھی والا بھی نہیں کیا ہوا ہوگا۔ ایسا آدمی جب دوسرے کے بیان میں بیٹھتا ہے تو اندر سے یہ فکر کر رہا ہوتا ہے کہ اس کا بیان میرے بیان سے بڑھ نہ جائے، اور اس کی تقریر میری تقریر سے اچھی نہ ہو جائے۔ یہی تو وہ ریا ہے جس کو شرک کہا گیا ہے۔ جب کسی مولوی صاحب سے کہا جائے کہ فلاں دکاندار نے ۵۰،۰۰۰ روپے کمائے ہیں تو اس کو کوئی افسوس نہیں ہوتا اور یہ کہے گا کہ الحمد للہ کہ ہمارے دل میں تو دنیا کی طلب ہی نہیں ہے، اور ہمارا دل پاک ہو گیا ہے، لیکن جب ان سے یہ کہا جائے کہ فلاں مولوی صاحب نے ایسا زبردست بیان کیا ہے کہ لوگ حیران رہ گئے، تو اب یہ مولوی صاحب دل میں جلیں گے۔ تو مولوی صاحبان کی دنیا یہ ہے، وہ پچاس ہزار روپے نہیں ہیں، اور اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب حیثیت کا ٹکراؤ آتا ہے۔

تو ہم سب نے اپنے باطن کو رذائل سے پاک کرنا ہے، اوراس کے لیے محنت اور مشقت ہے۔ جب بیعت میں آدمی اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کرتا ہے تو یہ نیت کرنا ہوتی ہے کہ آپ میری زندگی کو دیکھ دیکھ کر تشخیص کریں گے اور جب تشخیص ہو جائے گی تو مجھ کو ٹوکیں گے، تا کہ میری اصلاح ہو جائے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ بیعت آدمی اس وقت کرے جب اس بات کے لیے تیار ہو کہ اگر مجھے کدو، کریلا کہیں گے تو میں برداشت کروں گا۔ جیسا کہ حضرت عبدالماجد دریابادی کہتے ہیں کہ ہمارا دھریت کا حال تھا، جب توبہ کی تو کسی نے کہا کہ حضرت حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہو جائیں۔ ان کے پاس گئے تو انھوں نے کھانے کے لیے ہاتھ دھلائے اور خوب اکرام واحترام کیا، تو ہمیں اندازہ ہوا کہ ہماری یہاں اصلاح نہیں ہوسکتی۔ خیر ہمارے اصرار پر انھوں نے ہمیں بیعت تو کیا لیکن ساتھ ہی کہا کہ آپ کی تربیت یہاں نہیں ہوسکتی۔ تربیت کے لیے وہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس لے گئے۔ وہاں جو بڑے بڑے نوابوں اور علماء حضرات کی ڈانٹ ڈپٹ ہوتے دیکھی تو ہمارے حالات درست ہو گئے۔ تھانویؒ خود فرماتے تھے کہ یہاں تو وہ ٹھرے جس کو ہم سے غایت درجے کی محبت ہو اور جب اس کی ڈانٹ ڈپٹ ہو تو خوش ہو اور اس کو لطف آ رہا ہو کہ ہم پر نظر کی۔ ہمارے حضرات اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی باغ میں سویا ہوا تھا، اور منہ کھولے سانس لے رہا تھا کہ ایک سانپ اس کے منہ کے راستے اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ ایک دوسرے آدمی نے اس کو دیکھ لیا اور سوئے ہوئے آدمی کو جگایا، جونہی وہ جاگا تو اس کے سر پر تلوار تان لی اور اس سے کہا کہ یہ سیب کھاؤ ورنہ گردن اتارتا ہوں۔ وہ بہت گھبرایا اور ڈر کے مارے سیب کھائے، ایک دو تو کھا لیے لیکن اور کہاں کھا سکتا تھا۔ لیکن تلوار والا آدمی کہاں چھوڑتا تھا اس نے اور کھلائے اور کھلاتا گیا یہاں تک کہ پیٹ میں مروڑ اٹھی اور خوب الٹیاں کیں، اس کے ساتھ ہی

سانپ بھی منہ سے نکل کر گر گیا۔تو اب تلوار والے آدمی نے کہا کہ آپ کے پیٹ میں یہ سانپ گیا ہوا تھا، اگر شروع میں آپ کو بتا دیتا تو آپ دہشت سے ہی مرجاتے اس لیے سانپ نکالنے کی یہ تدبیر اختیار کی۔تو تربیت بھی ایسی ہی چیز ہے،اس میں آدمی کو اپنا آپ حوالے کرنا ہوتا ہے۔ ہمیشہ جب دو پہلوان لڑ رہے ہوتے ہیں یا دو ٹیموں کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے تو ان کو اپنے عیب نظر نہیں آرہے ہوتے اور باہر بیٹھا ہوا جو آدمی ہوتا ہے اس کو عیوب نظر آتے ہیں،اور وہ وقت پر ان کو بتاتا ہے کہ فلاں جگہ آپ سے یہ کوتاہی ہوئی اور یہ غلطی ہوئی، اگر آپ یہ نہ کرتے تو گول کر لیتے۔

اپنے آپ کو رذائل سے پاک کرنا سب سے اہم کام ہے،اور اس کے بعد پھر دین پر ترتیب سے عمل کرنا ہے (**الاھم فالاھم**) یعنی سب سے اہم بات کونسی ہے اور اس کے بعد اہم بات کونسی ہے۔فرائض و واجبات کونسے ہیں؟ اور حرام کیا ہے؟ فرائض و واجبات کو تو پورا کرنا ہے اور حرام سے بچنا ہے۔آدمی یہ خیال رکھے کہ میرے ذمے اس وقت سب سے اہم بات کونسی ہے،اور اسی اہمیت کے ساتھ اس میں لگے۔یہ نہ ہو کہ نوافل میں تو بہت زور لگ رہا ہو اور فرائض میں کوتاہی ہو رہی ہو۔ساری رات تو نوافل پڑھے اور صبح نیند کی کمی کی وجہ سے ایسا چڑ چڑا ہو جائے کہ بیوی سے لڑ رہا ہو، بچوں پر غصّے کر رہا ہو اور دفتر میں لوگوں کو پریشان کر رہا ہو ہمارے اشفاق صاحب جیسے کہتے ہیں کہ negative attitude سے چل رہا ہے۔اب اس کو چاہئے تھا کہ رات کو کم جاگتا اور دو چار آٹھ رکعات تہجد پڑھ کر دماغ کو نیند کے ذریعے آرام دیتا تاکہ دن کو اس کے ذمے جو لوگوں کے حقوق فرض اور واجب ہیں ان میں ہشاش بشاش ہوتا۔لیکن اس نے مستحب میں اتنی کوشش کر لی کہ ضعف پیدا ہو گیا اور فرائض میں کوتاہی ہونے لگی۔اب گھر والی الگ پریشان کہ اس آدمی میں تو دم ہی نہ رہا، تو آدمی دوسرے کے حرام میں مبتلا ہونے کا ذریعہ

بن جاتا ہے۔تو شریعت فہم کا نام ہے کہ کس وقت کونسی بات زیادہ ضروری ہے۔

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے والد مولانا یحییٰ صاحب کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے اور شاگردان پر پانی کے ڈول ڈال رہے تھے۔ایک مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو اسراف کر رہے ہیں غسل کے لیے تو پانچ رتل پانی چاہئے ہوتا ہے جو تقریباً اڑھائی سیر بنتا ہے۔مولانا یحییٰ صاحب پر کشفاً اس کا حال کھل گیا تو انھوں نے کہا کہ اس نیت سے پانی ڈال رہا ہوں کہ بدن ٹھنڈا ہو اور طبیعت تازہ ہو جائے تاکہ خوب بشاشت ، جوش اور تحقیق کے ساتھ دین کی بات بیان کی جا سکے۔تو دین اس فہم کا نام ہے۔اس کو حاصل کرنے کے لیے آدمی ایسی دینی مجلس اختیار کرے جہاں رزائل کی بات ہوتی ہو،اور ان کتابوں کا مطالعہ کرے جن میں رذائل کا تذکرہ ہو، جیسے ہمارے سلسلے کی تربیت السالک ہے،اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ ہیں۔اور پھر آدمی کثرت ذکر کا اہتمام کرے گا اور اپنی نگہداشت کرے گا تو اس کا دینی فہم بڑھتا جائے گا۔

ذکر، حج، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ اعمال صالحہ رذائل کے دور ہونے میں فائدہ دیتے ہیں لیکن مکمل بنیاد نہیں بن سکتے۔جس طرح برتن کو قلعی کرنا صاف کرتا ہے لیکن اس سے پہلے آگ پر ڈال کر اس کو رگڑنا پڑتا ہے تب قلعی جمتی ہے اور خوب چمک آتی ہے۔تو رگڑا رگڑی کے لیے ایسی کتابیں، ایسی مجالس اور ترتیب اور یہ آگاہی کہ ہم نے رذائل کے بارے میں پوچھنا ہے ضروری ہے۔

ہمارے والد صاحب کو جمعیۃ العلماء والوں نے مقامی صدر بنایا ہوا تھا۔ہم چلہ لگا کر آئے تو یہ خیال ہوا کہ فضول کام میں لگے ہوئے ہیں اور یہ جذبہ بنا کہ ان کو سمجھائیں کہ کس لایعنی میں لگے ہوئے ہیں۔خیر تبلیغی کام کے جو بڑے ہیں ان سے پوچھا کہ دل میں یہ خیال آیا ہوا ہے اس پر عمل کروں یا نہ کروں۔اب جو ماہرین سے پوچھا تو انھوں نے

بتایا کہ یہ سارے دین کے شعبے ہیں، ایک کو وہ چلائیں گے، ایک کو آپ چلائیں گے، ایک کو کوئی دوسرا چلائے گا۔ آپ کا خیال کم فہمی کی وجہ سے ہے، اور اگر والد صاحب کے علاوہ کسی اور شخص کے متعلق ہوتا تو باطن کے کبر کی وجہ سے بھی ہوتا، کہ آدمی کے اندر یہ خیال ہوتا ہے کہ میں جس ترتیب کو لیکر چل رہا ہوں وہ ہی آگے بڑھے اور کوئی دوسرا مجھ سے بڑا آدمی نہ بن جائے کہ لوگ بجائے میرے ہاتھ چومنے کے اس کے ہاتھ نہ چومنا شروع کر دیں۔ تو باطن کے حال کو ماہرین کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ ایک بزرگ کے حالات میں ہے کہ ان کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ جہاد میں شامل ہو کر شہید ہو جاؤں۔ جب باطن میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ تو القائے شیطانی ہے، خوب حیرت ہوئی کہ اتنا صالح جذبہ شیطان کی طرف سے کیوں القاء کیا جا رہا ہے۔ کافی عرصہ غور کرنے کے بعد آگاہی ہوئی کہ تو جو دین کا کام کر رہا ہے اور اس سے اتنا فائدہ ہو رہا ہے اس پر شیطان تنگ ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ایک نیکی حاصل کر کے مر جائے تا کہ اس سے جان چھوٹے۔ اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی ماہرین سے پوچھ پوچھ کر چلے، فقہی مسائل کا مفتی سے پوچھنا ضروری ہوتا ہے اور اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری باطن کے مسائل کا پوچھنا ہوتا ہے، جس کے لیے مشائخ کے پاس جانا ہوتا ہے، ورنہ رذائل کے راستے سے شیطان آدمی کو تباہ کر دیتا ہے۔

ایک دن ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب ملنے کے لیے آئے، انھوں نے اپنی گھر والی کو فون کیا ہوا تھا کہ میں تمہارا برقعہ بنانے کے لیے کپڑا لایا ہوں۔ برقعہ پہنو، اگر نہیں پہنتی ہو تو سامان لے کر گھر چلی جاؤ، اس کو طلاق دینے کے لیے تیار تھے۔ دونوں میاں بیوی کے امتحانات بھی جاری ہیں، اور بیوی کو ذہنی تکلیف بھی لاحق ہے۔ تو میں نے اس ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ برقع والی بات تجھے شیطان نے کہی ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ

ہم اتنا زبردست دینی عزم (stand) لے کر آئے اور یہ مولوی صاحب کیا کہہ رہے ہیں!
میں نے کہا کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس موقع پر تو علیحدگی کرے تا کہ تو اور تیری گھر والی پریشان ہوں دونوں کے امتحانات پر اثر پڑے اور بیوی کی دماغی تکلیف بھی بڑھ جائے، تم دونوں کا دنیا کا نقصان ہو اور پھر بعد میں دین بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ ہم تو کمزور اور دنیادار لوگ ہیں اگر ہماری دنیا ضائع ہو جائے تو دین بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے دنیا کے معاملوں میں میں ساتھیوں کے ساتھ سہولت کا معاملہ کرتا ہوں، ایسی ترتیب ان کو بتاتا ہوں کہ آسانی سے چلیں۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ذرا مجاہدہ آیا تو دین سے بھی جائیں گے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو احسانی بندے ہیں۔ یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور سہولتیں ہوتی رہتی ہیں تو ہم چلتے رہتے ہیں، اور اگر ذرا تکلیف اور مجاہدہ آجائے تو گھبرا کر دین کو ہی چھوڑنے کے ہو جاتے ہیں۔ تو کمالِ اخلاص کے ہوتے ہوئے بھی شیطان دھوکہ دیتا ہے۔ تو یہ دعا مانگتے رہنا چاہیئے

اللّٰھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباع و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا جتنابه

ترجمہ: یا اللہ ہمیں حق کو حق کر کے دکھا اور اس کا اتّباع ہمیں نصیب فرما اور باطل کو باطل کر کے دکھا اور اس سے بچنا نصیب فرما۔

یہ دعا بہت ضروری ہے کہ فہم میں اگر کوتاہی آجائے تو شیطان طرح طرح کے نورانی حجابوں میں مبتلاء کر کے بڑی سخت مار دیتا ہے۔ نورانی حجاب علماء، مشائخ اور صالح لوگوں کو ہوتے ہیں۔ جبکہ عام لوگ جھوٹ، چوری، ڈاکہ، غیبت، زنا، فریب، دھوکہ وغیرہ میں مبتلاء ہوتے ہیں، شیطان کا کام بھی آسان ہے اور وہ ان سے فارغ ہے۔ وہ تو

automatic چل رہے ہیں۔جیسے مولوی محمد صاحب بیان کر رہے تھے کہ نفل حج کے لیے ماں باپ کو بھیج رہے ہیں لیکن سود کے پیسوں سے،اور مقصد پیچھے وہی دنیا ہے کہ ہمارے ماں باپ حاجی صاحبان کے طور پر مشہور ہوں۔یا خود بار بار حج کرتے ہیں تاکہ الحاج کہلائیں،حالانکہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ ادا نہیں کرتے۔یا ماں باپ کی وفات ہو جاتی ہے اوران کے ذمے دس سال کی قضا نمازوں کا کفارہ آتا ہے تو بجائے اس کو ادا کرنے کے نفل حج کرا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ رذائل سے اپنے آپ کو پاک کرنے کی توفیق دے۔اس کے بعد ہے فضائل سے اپنے آپ کو متصف کرنا اور پھر ساری باتوں کو سیکھتے ہوئے اور سمجھتے ہوئے ترتیب کے ساتھ دین پر چلنا ہے۔انشاء اللہ ہم آمد ورفت رکھیں گے،اپنے آپ کو محتاج سمجھیں گے اور دینی ماحول اختیار کریں گے،کثرتِ ذکر کا اہتمام اور معمولات کی پابندی کریں گے اور محققین علماء کے پاس اٹھنا بیٹھنا کریں گے تو اللہ تعالیٰ فہم دیتا جائے گا۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ نے ایک بچہ سے فرمایا کہ کان پکڑ کر منہ پر چپت مارو۔اس بچہ نے حضرت کا کان پکڑ کر حضرت کے منہ پر ایک چپت مارا۔حضرت نے فرمایا کہ غلطی میری ہی تھی میں نے یہ نہیں بتایا کہ کس کا کان پکڑ اور کس کے منہ پر چپت مار۔

از: ابوالکلام آزاد

خبیبؓ بن عدی

دشمن جب محلّہ چھوڑ دے یا شہر سے نکل جائے تو سکون مل جاتا ہے لیکن مسلمانوں نے جب ملّہ چھوڑا اور تمام جائیدادیں کفار کے حوالے کر کے ۳۰۰ میل دور مدینہ میں آباد ہوئے تو کفار پہلے سے بھی زیادہ بے قرار ہو گئے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان الگ راہ کی تیاری کریں گے، اہل عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرلیں گے اور جب یہ قطرہ دریا بن گیا تو ہماری سرداری کا جاہ وجلال اسلام کے سیلابِ حق کے سامنے خس وخاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو پہل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ قریش مکہ نے اپنی دماغی پریشانیوں کے ماتحت خود ہی ''آبیل مجھے مار'' کی روش اختیار کرلی تھی۔ جب غزوۂ بدر اور احد کے میدانوں میں ان تیغ آزماؤں کا زعم باطل بھی ختم ہو گیا تو وہ سازش کے جال بچھانے لگے۔ انھوں نے عضل اور قارہ (قبائل) کے سات آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہلوایا ''اگر آپ ہمیں چند مبلغ عنایت فرمائیں تو ہمارے تمام قبیلے مسلمان ہو جائیں گے۔'' حضورؐ نے عاصم بن ثابتؓ کی ماتحتی میں کل دس بزرگ صحابہ کا وفد ان کے ساتھ بھیج دیا۔ ایک گھاٹی میں کفار کے دوسو مسلح جوان مسلمانوں کے اس تبلیغی وفد کا انتظار کر رہے تھے۔ جب مبلغین اسلام یہاں پہنچے تو بے نیام تلواروں نے بجلی بن کر ان کا استقبال کیا۔ مسلمان اگرچہ اشاعتِ قرآن کے لئے گھروں سے نکلے تھے مگر تلوار سے خالی نہ تھے، احساسِ خطرہ کے ساتھ ہی دوسو کے مقابلے میں دس تلواریں نیام

سے باہر نکل آئیں اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ آٹھ صحابہ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور خبیب بن عدیؓ اور زید بن دسنہؓ دو شیروں کو کفار نے محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا۔ سفیان ہزلی انہیں مکہ لے گیا اور یہ دونوں صالح مسلمان نقد قیمت پر مکہ کے درندوں کے ہاتھ فروخت کر دیے گئے۔

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو حارث بن عامر کے گھر ٹھہرایا گیا اور پہلا حکم یہ دیا گیا کہ انہیں نہ روٹی دی جائے اور نہ پانی۔ حارث بن عامر نے حکم کی تعمیل کی اور کھانا بند کر دیا گیا۔

ایک دن حارث کا نوعمر بچہ چھری سے کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا اس مردِ صالح نے جو کئی روز سے بھوکا اور پیاسا تھا، حارث کے بچے کو گود میں بٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لے کر زمین پر رکھ دی، جب ماں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت خبیبؓ چھری اور بچہ لئے بیٹھے تھے۔ عورت چونکہ مسلمانوں کے کردار سے ناواقف تھی یہ حال دیکھ کر لڑکھڑا گئی اور بے تابانہ چیخنے لگی۔ حضرت خبیبؓ نے عورت کی تکلیف محسوس کی تو فرمایا ''بی بی! تم مطمئن رہو، میں بچے کو ذبح نہیں کروں گا مسلمان ظلم نہیں کیا کرتے'' ان الفاظ کے ساتھ ہی خبیبؓ نے گود کھول دی۔ معصوم بچہ اٹھا اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔

قریش نے چند روز انتظار کیا' جب فاقہ کشی کے احکام اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو قتل کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ کھلے میدان میں ایک ستون نصب تھا اور اس کے چاروں طرف بے شمار آدمی ہتھیار سنبھالے کھڑے تھے بعض تلواریں چمکا رہے تھے، بعض نیزے تان رہے تھے بعض کمان میں تیر جوڑ کر نشانہ ٹھیک کر رہے تھے کہ آواز آئی ''خبیب آ رہا ہے۔'' مجمع میں ایک شور بپا ہو گیا لوگ ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔ بعض لوگوں

نے مستعدی سے ہتھیار سنبھالے اور حملہ کرنے اور خون بہانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مردِ صالح خبیبؓ قدم بہ قدم تشریف لائے اور انہیں صلیب کے نیچے کھڑا کر دیا گیا۔ ایک شخص نے انہیں مخاطب کیا اور کہا ''خبیب ہم تمہاری مصیبت سے دردمند ہیں اگر اب بھی اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جاں بخشی ہو سکتی ہے۔''

حضرت خبیبؓ خطاب کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ ''جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو پھر جان بچانا بیکار ہے۔'' اس جواب کی ثابت قدمی بجلی کی طرح پرشور بھیڑ پر گری مجمع ساکت ہو گیا اور لوگ دم بخود رہ گئے۔

''خبیبؓ! کوئی آخری آرزو ہے تو بیان کرو۔'' ایک شخص نے کہا۔

''کوئی آرزو نہیں، دو رکعت نماز ادا کر لوں گا۔'' حضرت خبیبؓ نے کہا۔

''بہت اچھا، فارغ ہو جاؤ۔'' ہجوم سے آوازیں آئیں۔

پھانسی گڑی ہوئی ہے، حضرت خبیبؓ اس کے نیچے کھڑے ہیں تا کہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کریں۔ خلوص و نیاز کا اصرار ہے کہ زبان شاکر حمد میں کھل چکی ہے تو اب کبھی بند نہ ہو، دست نیاز جو بارگاہ کبریا میں بندھ چکے ہیں اب کبھی نہ کھلیں رکوع میں جھکی ہوئی کمر کبھی سیدھی نہ ہو۔ سجدے میں گرا ہوا سر کبھی خاک نیاز سے نہ اٹھے ہر بن مو سے اس قدر آنسو بہیں کہ عبادت گذار کا جسم تو خون سے خالی ہو جائے مگر اس کے عشق و محبت کا چمن اس انوکھی آبیاری سے رشکِ فردوس بن جائے۔

حضرت خبیبؓ کا دلِ محبّ نواز، عشق و نیاز کی لذتوں میں ڈوب چکا تھا کہ عقلِ مصلحت کیش نے روکا اور ایک ایسی آواز میں جسے صرف شہیدوں کی روح ہی سن سکتی ہے، انہیں روح اسلام کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ اگر نماز زیادہ لمبی کرو گے تو کافر یہ سمجھے گا کہ مسلمان موت سے ڈر گیا ہے اس پیغام حق کے ساتھ ہی حضرت خبیبؓ نے دائیں طرف

گردن موڑ دی اور کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ کفار نہیں بولے۔ مگر ان کی کھنچی ہوئی تلواروں نے بزبان حال جواب دیا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ اب آپ نے بائیں طرف گردن موڑ دی اور کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ کفار اب بھی خاموش رہے مگر نیزوں کی انیاں اور تیروں کی زبانیں رو رو کر پکاریں، اے مجاہد اسلام! وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ!

مرد مجاہد حبیب سلام پھیر کر صلیب کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ کفار نے انہیں پھانسی کے ستون کے ساتھ جکڑ دیا اور پھر نیزوں اور تیروں کو دعوت دی کہ وہ آگے بڑھیں اور ان کے صدق و مظلومیت کا امتحان لیں۔ ایک شخص آگے آیا اور اس نے خبیبؓ مظلوم کے جسم پاک کے مختلف حصوں پر نیزوں سے ہلکے ہلکے چرکے لگائے اور وہی خون اطہر جو چند ہی لمحے پیشتر حالت نماز میں شکر و سپاس کے آنسو بن کر آنکھوں سے بہا تھا۔ اب زخموں کی آنکھ سے شہادت کے مشک بو قطرے بن کر ٹپکنے لگا۔ پیکر صبر خبیبؓ کے دردناک مصائب کا تصور کیجئے، آپ ستون کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں کبھی ایک تیر آتا ہے اور دل کے پار ہو جاتا ہے کبھی نیزہ لگتا ہے اور سینے کو چیر جاتا ہے۔ ان کی آنکھیں آتے ہوئے تیروں کو دیکھ رہی ہیں ان کے عضو عضو سے خون بہہ رہا ہے مگر درد و تکلیف کی اس قیامت میں بھی ان کا دل اسلام سے نہیں ٹلتا۔

ایک اور شخص آگے آیا اور اس نے حضرت خبیبؓ کے جگر پر نیزے کی انی رکھ دی پھر اس قدر دبایا کہ وہ کمر کے پار ہو گئی یہ جو کچھ ہوا حضرت خبیبؓ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں ۔حملہ آور نے کہا، ''اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمدؐ یہاں لگ جائیں اور تم اس مصیبت سے چھوٹ جاؤ'' پیکر صبر خبیبؓ نے جگر کے چرکے کو دل کی حوصلہ مندی سے برداشت کر لیا مگر یہ زبان کا گھاؤ برداشت نہ ہوا۔ اگرچہ زبان کا خون نچڑ چکا تھا۔ مگر جوش ایمان نے اس خشک ہڈی میں بھی تاب گویائی پیدا کر دی اور آپ نے جواب دیا۔'' اے ظالم! خدا جانتا

ہے کہ مجھے جان دے دینا پسند ہے مگر یہ پسند نہیں کہ رسول اللہؐ کے قدموں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔"

نماز کے بعد حضرت خبیبؓ پر جو حالتیں گزریں، آپ بے ساختہ شعروں میں انہیں ادا فرماتے رہے، ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔لوگ انبوہ در انبوہ میرے گرد کھڑے ہیں، قبیلے، جماعتیں اور جتھے یہاں سب کی حاضری لازم ہوگئی ہے۔

۲۔ یہ تمام اجتماع اظہار عدوات کے لئے ہے یہ سب لوگ میرے خلاف اپنے جوش وانتقام کی نمائش کر رہے ہیں اور مجھے یہاں موت کی کھونٹی سے باندھ دیا گیا ہے۔

۳۔ان لوگوں نے یہاں اپنی عورتیں بھی بلا رکھی ہیں اور بچے بھی، اور ایک مضبوط اور اونچے ستون کے پاس کھڑا کر دیا گیا ہے۔

۴۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں اسلام سے انکار کر دوں تو یہ مجھے آزاد کر دیں گے مگر میرے لئے ترک اسلام سے قبول موت بہت زیادہ آسان ہے اگر چہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر میرا دل بالکل پرسکون ہے۔

۵۔ میں دشمن کے سامنے گردن نہیں جھکاؤں گا، میں فریاد نہیں کروں گا، اور میں خوف زدہ نہیں ہوں گا، اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔

۶۔ میں موت سے ڈر نہیں سکتا اس لئے کہ موت بہر حال آنے والی ہے مجھے صرف ایک ہی ڈر ہے اور وہ دوزخ کی آگ کا ڈر ہے۔

۷۔ مالک عرش نے مجھ سے خدمت لی ہے اور مجھے صبر وثبات کا حکم دیا ہے اب کفار نے زد وکوب سے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے اور میری زندگی کی تمام امیدیں ختم ہوگئی ہیں۔

۸۔ میں اپنی عاجزی' بے وطنی اور بے بسی کی اللہ سے فریاد کرتا ہوں۔ نہیں معلوم' میری موت کے بعد ان کے کیا ارادے ہیں' کچھ بھی ہو' جب میں راہ خدا میں جان دے رہا ہوں تو یہ جو کچھ بھی کریں گے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔

۹۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔ اے اللہ! جو کچھ آج میرے ساتھ ہو رہا ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچا دے۔

حضرت سعید بن عامرؓ حضرت فاروق اعظمؓ کے عامل تھے۔ بعض اوقات آپ کو بیٹھے بیٹھے دورہ پڑتا اور آپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیا مرض ہے؟ جواب دیا میں بالکل تندرست ہوں اور مجھے کوئی مرض نہیں ہے۔ حضرت خبیبؓ کو پھانسی دی گئی تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ جب وہ ہوش ربا واقعات یاد آجاتے ہیں تو مجھ سے سنبھلا نہیں جاتا اور میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

ابر رحمت تھا یا عشق کی بجلی یا رب   جل اٹھی مزرع ہستی تو اگا دانۂ دل

جس کا گنج گرانمایہ تجھ کو مل جاتا   تو نے فرہاد کھودا نہ کبھی ویرانۂ دل

شرح: یا اللہ یہ رحمت کا بادل تھا یا عشق کی بجلی تھی جس سے بدن کی کھیتی تو جل اٹھی لیکن دل کا دانہ اگا۔ اے فرہاد تو نے دل کے ویرانے کو نہ کھودا۔ اگر اسے کھودتا تو تجھے بہت ہی قیمتی خزانہ (معرفت) مل جاتا۔ یعنی جب مجاہدات اور ریاضت سے بدن کو تکلیف ہوتی ہے تو دل میں اللہ تعالیٰ کا تعلق اگتا ہے اور رذائل دور ہوتے ہیں۔

لیکچرر الطاف الرّحمٰن

احوال الموتی والقبور

موت اور موت کے بعد کی زندگی (عالم برزخ) ایک اٹل حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہر انسان کو کرنا ہے۔ اسی طرح قبر کا عذاب اور وہاں کی راحتیں بھی سچ اور برحق ہیں۔ قبر میں عذاب اور ثواب کا تذکرہ قرآن وحدیث میں تفصیل سے مذکور ہے۔ عالم برزخ کی ہولناکیاں، طرح طرح کی سختیاں اور پریشانیاں اپنی جگہ مستقل ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربّانی ہے

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِالظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ، اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ہ (انعام:۹۳)

ترجمہ: ”اور اگر تو دیکھے کہ جس وقت ظالم ہوں موت کی سختیوں (باطنی اور روحانی) میں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلّت کا عذاب ،اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر (اعراض) کرتے تھے۔“

فرشتے جب روح قبض کرنے اور سزا دینے کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مزید تشدید اور اظہار غیظ کے لیے کہتے جاتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں (جنھیں بہت دنوں سے بہ انواع لحیل بچاتے پھرتے تھے) اور سخت تکلیف کے ساتھ ذلت اور رسوائی بھی ہوگی۔ (تفسیر عثمانی)

ان لوگوں کے لیے وضح اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا نکار کرتے ہیں اور دین کا تمسخر اور ٹھٹھ کرتے ہیں، ان کے لیے برزخ کی زندگی بھی سخت اور تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”ان کے لیے قبروں میں جہنم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور انھیں اس کی بدبو اور تکلیف پہنچتی ہے اور ان پر

قبروں میں قیامت تک کے لیے ایسے فرشتے مقرر کر دیے جاتے ہیں جو انھیں سخت مار مارتے ہیں''۔اسی طرح مختلف روایات میں قبر کے اندر سانپ، بچھو اور طرح طرح کے عذاب اور تکالیف کا تذکرہ موجود ہے۔

عذاب قبر کا ایک حقیقی واقعہ بندہ کے شاگرد رفیق اللہ صاحب نے (جو خود حادثے کا عینی گواہ ہے بلکہ ایک اہم کردار رہے) آ کر اپنی زبان سے سنایا۔ یہ واقعہ ۱۹۹۹ء کی گرمیوں میں رونما ہوا۔رفیق اللہ صاحب کہتے ہیں کہ میرا کلاس فیلو اور رومیٹ (ہاسٹل کے کمرے کا ساتھی) جو کراچی کا رہنے والا تھا، مکمل طور پر لادین(secular) ہو گیا تھا۔عقائد اسلام کا مذاق اڑاتا اور داڑھی کی عجیب وغریب صورتیں بناتا اور ساتھ تمسخر اور ٹھٹھہ بھی کرتا۔علاوہ ازیں شراب خوری اور دیگر فواحش میں بھی مبتلا تھا۔اللہ جل جلالہ کی شان کہ اسی کمرے میں دوسرا ساتھی (رفیق اللہ) مکمل باشرع اور جہاد کشمیر میں شامل ہونے والا آدمی تھا۔ بقول رفیق اللہ کہ میں نے بہت کوشش کی کہ اس کے عقائد درست ہو جائیں لیکن سب بے سود۔ کہتے ہیں کہ ہم ایڈورڈ کالج میں ایف۔ایس۔سی کے طالبعلم تھے کہ ڈیرہ اسماعیل خان تفریح کے لیے جانا ہوا، وہاں دریائے سندھ کے کنارے اس دوست کو بچھو نے کاٹا جس سے وہ بیہوش ہوا اور تھوڑی دیر میں مر گیا۔ہم اسے خیبر میڈیکل کالج کے مردہ خانے میں لے آئے۔چودہ دن یہاں پڑا رہا، اس دوران اس کے گھر والوں سے رابطے کی مسلسل کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔لہذا ہمارے دو اور ساتھی تاج میر شاہ اور اکرام اللہ جان جو عقائد اور کرتوتوں میں اس کے ہم پیالہ وہم نوالہ تھے نے فیصلہ کیا کہ اپنے گاؤں سوات مٹہ میں اسے دفن کرتے ہیں۔دفن کے پانچ روز بعد اس کے والدین ہمارے پاس آئے کہ قبر کھود کر ہم اپنے لڑکے کو کراچی لے جائیں گے اور پولیس کے ذریعے ہم کو دھمکایا۔لہذا مجبوراً اپنے دو ساتھیوں، پولیس اور والدین کے ساتھ مغرب

کے قریب قبر کھول دی۔ عجیب ہولناک منظر سامنے تھا، تابوت دونوں اطراف سے ٹوٹا ہوا تھا، اور ایسی گندی بدبو اٹھی کہ ہم بیہوش ہونے کو ہوئے۔ تابوت کا اوپر کا تختہ جب اٹھایا تو اسی وقت لڑکے کے والدین اور میرے دو ساتھی (اکرام اللہ جان اور تاج میر شاہ) خوف اور ڈر سے بیہوش ہو گئے۔ تابوت کے اندر مردہ انتہائی بھیانک حالت میں پڑا تھا، دایاں پاؤں بائیں کندھے پر تھا اور بایاں پاؤں دائیں کندھے پر تھا، زبان ایسی جیسے کسی نے زور سے کھینچ کر باہر نکالی ہو اور انتہائی سبزی مائل تھی، دونوں اطراف کی پسلیاں ایک دوسرے کے اندر گھس گئی تھیں۔ چہرے پر جہاں داڑھی کے بال ہوتے ہیں خوفناک بچھو چمٹے ہوئے تھے جن کی پیٹھ پر لمبے کالے بال تھے۔ والدین واپس چلے گئے اور دوسرے دو ساتھیوں کی اللہ تعالیٰ نے زندگی بدلی، پابند صوم وصلوٰۃ ہوئے، مکمل داڑھیاں رکھیں اور اللہ کے راستے میں کچھ وقت بھی لگایا۔

دراصل یہی لوگ جو آج دین برحق کا انکار کرتے ہیں اور شعائر اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور پاک سنتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ٹھٹھہ کرتے ہیں موت کے بعد خود مشاہدہ حقیقی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اور ان کا قول قرآن پاک نے یوں نقل کیا ہے،

وَ لَوْ تَرٰٓی اِذِالْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْارُءُ وْسِهِمْ عِنْدَرَبِّهِمْ ،رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَافَارْجِعْنَانَعْمَلْ صَالِحًااِنَّامُوْقِنُوْنَ ٥ (السجدہ: آیت ۱۲)

ترجمہ: اور کاش تم دیکھو وہ سماں جب مجرم اپنے سر جھکائے ہوئے اپنے رب کے حضور (کھڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے پروردگار بس اب ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے، سو آپ ہم کو پھر واپس بھیج دیں آئندہ ہم نیک کام کریں گے اب ہم کو پورا یقین آ گیا۔

یہ واقعہ کئی دن تک کالج کے طلباء اور اساتذہ میں موضوع بحث رہا۔

☆☆☆☆☆

ثاقب علی خان

مطالعہ کتب کے اصول

کتاب انسان کا بہترین دوست ہے اور مطالعہء کتب انسان کا بہترین مشغلہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کی ھدایت کے لیے جہاں انبیاء و رُسل بھیجے وہاں کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ ہمارے شیخ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے سلسلے کا ایک اہم شعبہ مطالعہ کتب بھی ہے۔ساتھیوں کو کچھ نہ کچھ مطالعے کی عادت ضرور ڈالنی چاہیئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں قلم کی اور لکھی ہوئی سطروں کی قسم کھائی،(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ہ)جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قلم اور لکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور نشانی ہے۔

جو حضرات سلسلہء بیعت میں داخل ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دینی کاموں کے سلسلے میں اپنے شیخ سے مشورہ اور راہنمائی لیتے رہیں۔صحبتِ شیخ اور رابطہ رکھنا تصوف کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔کتابیں بھی صحبت کا بدل ہیں۔حضرت سید علی ہجویریؒ کی کتاب کشف المحجوب کے متعلق بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جس کو شیخ نہ ملتا ہو اس کے لیے یہ کتاب شیخ کا نعم لبدل ہے۔اب ہر کتاب کے اندر دو چیزیں ہوتی ہیں،ایک تو مضامین اور معلومات جو اس کے اندر لکھے ہوتے ہیں اس کے علاوہ ایک اور نہایت اہم چیز مصنف کے باطنی اثرات ہوتے ہیں۔ہر مصنف جس قسم کی زندگی گذار رہا ہوتا ہے،اس کے جیسے عقائد اور نظریات ہوتے ہیں،جس قسم کے لوگوں کو وہ پسند کرتا ہے،جیسے اس کے اپنے اعمال ہوتے ہیں اور جیسے اعمال کو وہ پسند کرتا ہے،ان سب چیزوں کے اثرات اس کی تحریر میں آتے ہیں۔انسان جو بھی کام کرتا ہے،اور جن چیزوں سے اس کا واسطہ پڑتا

ہے ان پر اس کی شخصیت کے اثرات ضرور آتے ہیں۔ اب اگر کسی آدمی کا باطن نورانی ہے، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، اور اس کے ظاہری اعمال شریعت کے مطابق ہیں تو یہ نور اس کی تحریر میں بھی آئے گا۔ وہ کوئی عام سی کتاب لکھے، بلکہ اگر دینی کتاب نہ ہو کوئی دنیاوی مضمون ہی کیوں نہ ہو، اس کے پڑھنے والے کو معلومات کے ساتھ ساتھ باطن میں نور بھی حاصل ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی آدمی کا باطن ظلمانی ہے، اعمال درست نہیں ہیں، اکابرین امت پر اعتراض کرتا ہے تو ان تمام باتوں کا اثر اس کی تحریر میں آئے گا۔ اب اگر وہ کوئی بہت اعلیٰ اور تحقیقی معلومات کی حامل دینی کتاب ہی کیوں نہ لکھے، اس کے پڑھنے والوں کو معلومات کے ساتھ ساتھ باطن میں ظلمت ملے گی۔ بلکہ کتابوں پر ہی کیا منحصر ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو اونٹوں کے ساتھ رہتا ہے اس کے دل میں کینہ آتا ہے، اور جو گھوڑوں کے ساتھ رہتا ہے اس کے دل میں تکبر آتا ہے، اور جو بکریوں کے ساتھ رہتا ہے اس کے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب صحبت کے اثرات ہیں۔ اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبت طالح ترا طالح کند

ترجمہ: نیک صحبت تجھے نیک بنا دیتی ہے اور بری صحبت تجھے برا بنا دیتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والوں کو جنھیں غیر مسلم مصنفین کی کتابیں پڑھنا پڑتی ہیں، چاہیئے کہ دوران مطالعہ کچھ وقفے کے بعد استغفار اور دوسرے اذکار میں لگیں تاکہ ظلمت کا اثر زائل ہو۔ اسی طرح اگر ایک ہی موضوع پر کسی عیسائی کی کتاب ہو اور کسی ہندو کی بھی، تو عیسائی کی کتاب پڑھنا چاہیئے، کیونکہ ہندو کا باطن بوجہ شرک کے زیادہ تاریک ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ ہے کہ آپ کسی آدمی کے پاس اس کی حالت نزع میں تشریف لے گئے، آپ کو منکشف ہوا

کہ اس کے باطن میں بہت زیادہ تاریکی ہے، آپ نے بہت زیادہ دعا اور توجہ فرمائی لیکن اس کی تاریکی زائل نہ ہوئی، آپ بہت حیران ہوئے آخر آپ پر یہ کھلا کہ یہ تاریکی کفار کی دوستی اور مجلس کی وجہ سے ہے اور یہ جہنم کی آگ سے ہی دور ہوگی، بہرحال اس آدمی میں ایک ذرہ ایمان کا باقی ہے جس کی وجہ سے بالآخر جنت میں داخل ہوگا۔ اس لیے اپنی مجلس اور دوستوں کی دینداری کو خوب مدنظر رکھنا چاہئے۔

اسی طرح جو لوگ اخبار پڑھتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ اخبار پڑھنے کے بعد کچھ دیر ذکر کرلیں، یا دو چار رکعات نفل پڑھ لیں تاکہ اندر کی نورانیت زائل نہ ہو اور اگر تاریکی آگئی ہو تو وہ دھل جائے۔ ضروری تو یہ ہے کہ ضرب مؤمن اور روزنامہ اسلام کا مطالعہ کیا جائے، جن میں حتی الامکان شریعت کی پابندی کا خیال کیا جاتا ہے۔

کتابوں کے اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ایک مشہور مصنف کی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے تو دوران مطالعہ یہ احساس ہوا کہ یہ پیراگراف لکھتے ہوئے مصنف کو بیوی یاد آرہی تھی۔ اب اگر کوئی غیر شادی شدہ نوجوان اسی مقام کا مطالعہ کرتا تو اس کا باطن پریشان ہوجاتا اور اس پر شہوانی جذبات طاری ہوجاتے۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ کسی کمیشن کے انٹرویو کے سلسلے میں وہ بھی انٹرویو والے پینل میں موجود تھے۔ ایک امیدوار آیا جس کا ذہنی دباؤ tension کی وجہ سے برا حال تھا، یہاں تک کہ ایک آنکھ بھی ٹیڑھی ہوگئی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی ایسی دینی تحریک کا لٹریچر پڑھے ہوئے تھا جو لوگوں کو ٹینشن اور تنقید کے اصول پر چلاتے ہیں۔

یہ بات صرف کتابوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ جو چیز بھی انسان کے ہاتھ سے گزرتی ہے اس پر اس کی شخصیت کا اثر ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کمر کے درد کے لیے بندہ نے ڈاکٹر

صاحب کو ایک ٹیوب دی۔ کچھ دن کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بندہ سے فرمایا کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے ملک میں بنی ہے جہاں ہم جنس پرستی بہت ہوتی ہے، تو بندہ نے عرض کیا کہ یہ ٹیوب امریکہ کی بنی ہوئی ہے۔ اسی لیے دینی حضرات فرماتے ہیں کہ بے نمازی کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے سے اگر مجبوری نہ ہو تو پرہیز کرنا چاہئے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا ارشاد ہے کہ آجکل بے دینی کے عام ہونے کی ایک بڑی وجہ بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا بھی ہے۔ پہلے دور میں بزرگوں سے جھوٹا پانی، بچا ہوا کھانا اور استعمال شدہ کپڑے وغیرہ بطور تبرک لینے کا دستور تھا، اس کے پیچھے بھی یہ باطنی اثرات والا فلسفہ نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت رشید احمد گنگوہیؒ جب کوئی کتاب لکھتے تو اسے تب شائع کرتے جب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کو دکھا لیتے، تاکہ حاجی صاحب کتاب کے باطنی اثرات (نور و ظلمت) کا معائنہ کرلیں۔ حضرت مولانا اشرف خان سلیمانیؒ نے جب فضائل اعمال کا فارسی ترجمہ کیا تو سارا کام فجر اور اشراق کے درمیان کیا، کیونکہ اس وقت باطن پرسکون اور نماز و ذکر کی وجہ سے پرنور ہوتا ہے اور اس کا اثر تحریر میں بھی آتا ہے۔

جہاں تک مطالعہ کتب کا معاملہ ہے تو عام مسلمانوں کو اور خاص طور پر سلسلہء تصوف کے حضرات کو اپنے شیخ سے پوچھ کر کتاب پڑھنی چاہئے، تاکہ فائدے کو آدمی لے لے اور نقصان سے بچ جائے۔ چند ایک باتیں جو ڈاکٹر صاحب اکثر فرماتے رہتے ہیں بندہ درج کرتا ہے۔

۱۔ حتی الامکان اہل حق علماء کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

۲۔ اہل حق علماء میں سے بھی جو صاحب نسبت حضرات ہوں، ان کی کتابیں پڑھی جائیں جیسے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت قاری طیب صاحبؒ، حضرت

مفتی شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا تقی عثمانی مدّ ظلہ وغیرہ۔خود ہمارے حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ نے بھی سلوک سلیمانی، پیام رسان امت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داعیانہ اخلاق، اور دعوت وتبلیغ کے تقاضے قرآن وسنت کی روشنی میں کے نام سے چند کتابیں لکھی ہیں اور اب ڈاکٹر صاحب کی کتاب اصلاح نفس اور مرد درویش بھی آ گئی ہے ان کے مطالعے سے اپنے سلسلے کے ساتھ مزید مناسبت پیدا ہوگی۔

ہمارے سلسلہ والوں کے لیے مطالعہ کتب کی ایک ترتیب ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب اصلاح نفس میں بیان کی ہے۔

۳۔ مستشرقین کی کتابیں نہ پڑھی جائیں، کیونکہ عقائد کے خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ یہ چند باتیں بندہ نے تحریر کر دی ہیں۔مزید معلومات کے لیے آدمی کا جس شیخ یا جس دینی ماحول سے تعلق ہو وہاں مشائخ وعلماء سے مشورہ ضرور کریں۔

☆☆☆☆☆

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی میدان میں سخت پیاس لگی۔ایک بدوی مشک بھر کر پانی لے جا رہا تھا، امام صاحب نے اس سے پانی مانگا تو اس نے کہا کہ میں پانچ درہم میں پوری مشک کا پانی دوں گا۔امام صاحب کو اس کی بے رحمی پر بہت غصّہ آیا، مگر آپ نے خوشی خوشی پانچ درہم میں پوری مشک کا پانی خرید لیا۔پھر آپ نے اس کو روغن زیتون ملا ہوا ستو عنایت فرمایا، وہ خوش ہو کر کھانے لگا اور خوب کھایا، مگر ایک تو ستو اور پھر روغن ملا ہوا کھاتے ہی بدوی پر پیاس کا غلبہ ہوا۔اس نے امام صاحب سے پانی مانگا تو آپ نے فرمایا کہ میں پانچ درہم میں ایک پیالہ پانی دوں گا، لینا ہو تو لو ورنہ اپنی راہ پکڑو۔بدوی جب پیاس کے مارے ہچ ہچ کرنے لگا تو مجبوراً پانچ درہم میں ایک پیالہ لیا۔ اس طرح امام صاحب کی دانائی کی بدولت ان کے پانچ درہم بھی واپس مل گئے اور بے رحم بدوی کو عبرت آموز سبق بھی مل گیا۔